جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

مفکرِ انقلاب
سید قطب شہیدؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

واہ رے شوقِ شہادت! کوئے قاتل کی طرف
گنگناتا، رقص کرتا، جھومتا جاتا ہوں میں

”ہر تحریر میں اتنی جان نہیں ہوتی کہ دوسروں کے دلوں میں پہنچ کر تحریک پیدا کر سکے اور انھیں کسی مقصد پر متحد اور اس کے حصول کے لیے آمادہ کر سکے۔ یہ تو صرف وہی تحریریں کر سکتی ہیں جن سے خون ٹپک رہا ہو، اس لیے کہ وہ کسی زندہ انسان کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے منظر عام پر آتی ہیں۔ ہر وہ تحریر جسے حیات جاودانی ملتی ہے، ضرور کسی کے خون جگر سے لکھی ہوتی ہے۔ رہی وہ تحریریں جو حلق سے تجاوز نہیں کرتیں اور نوک زبان پر جاری رہتی ہیں اور زندہ جاوید الٰہی سرچشمہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ حقیقت میں مردہ اور بے جان ہوتی ہیں۔ ان سے انسانیت ایک بالشت بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اہل قلم بہت کچھ کر سکتے ہیں لیکن صرف ایک شرط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ اپنے افکار کو زندہ رکھنے کے لیے خود فنا ہو جائیں۔ اپنے افکار کو اپنے خون سے سیراب کریں، جس چیز کو بھی حق سمجھتے ہوں اسے علی الاعلان کہیں اور اس کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیں۔ ہمارے افکار اور ہماری تحریریں بے جان اور پژمردہ ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے راستے میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں اور انھیں اپنے خون سے سیراب کرتے ہیں تو ان میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور جان پڑ جاتی ہے۔[۳۰]“

(سید قطب شہید)

سید قطب شہید

اوائلِ زندگی: سید قطب 1906 میں مصر کے ایک صوبہ اسیوط کے موشا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ والد کا پیشہ زراعت تھا۔ گھرانہ دیندار تھا اور والدین قرآن مجید سے گہرا شغف رکھتے تھے لہٰذا ننھے قطب کی تعلیم و تربیت کا پورا خیال رکھا۔ سید قطب چھ سال کی عمر میں گاؤں کے ایک پرائمری اسکول میں داخل ہوئے۔ اسکولی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کی خواہش کے مطابق آپ گھر پر قرآن بھی حفظ کرتے رہے۔ معمول یہ بنایا تھا کہ نصف رات سے ہی بیدار ہوجاتے اور قرآن دہرانا اور یاد کرنا شروع کردیتے۔ چنانچہ ابھی دس ہی برس کی عمر تھی کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا۔ آپ کو مطالعے کا شوق بھی بچپن سے تھا۔ اور یہ شوق اپنی انتہاؤں کو پہنچا ہوا تھا۔ باوجود یہ کہ ان کے پاس پیسوں کی ریل پیل نہیں تھی آپ کو اچھی، موٹی اور مہنگی کتابیں خرید کر اپنے ذاتی کتب خانے میں سجا کر رکھنے میں بڑا مزہ آتا تھا۔ آپ کے وسیع مطالعے اور کتب خانے کی شہرت گاؤں میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور لوگ انھیں اپنے اپنے گھر قصے کہانیاں سنانے کے لیے بلاتے تھے۔ آپ نے اپنے والد کے ہمراہ مصر کی آزادی کی تحریک میں بھی حصہ لیا اور استعمار کے خلاف جم کر تقریریں کیں۔ لوگ دس برس کے اس ننھے مگر جوشیلے مقرر کو خوب حیرت اور دلچسپی کے ساتھ سنا کرتے تھے۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ 1929 میں دار العلوم قاہرہ (قاہرہ یونیورسٹی) میں داخل ہوئے۔ شروع سے آپ، بحیثیت ایک طالب علم ذہین اور اساتذہ کے لیے سرمایۂ افتخار تھے۔ 1933 میں بی اے اور ڈپلوما ان ایجوکیشن کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اور یوں باضابطہ تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے متعدد رسائل و جرائد میں کام کیا جن میں **الاھرام**، **مجلة الاسبوع**، **مجلة الرسالة**، **الشرق الجدید** اور **العالم العربی** وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس زمانے میں آپ کا زیادہ تر وقت لکھنے، پڑھنے اور سیکھنے میں گزرتا تھا۔ بعد ازاں آپ نے دمیاط اور حلوان کے پرائمری اسکولوں میں بطور

مدرس خدمات انجام دیں۔ آخر میں آپ نے وزارت تعلیم میں ملازمت کرلی اور انسپکٹر آف اسکولس کی حیثیت سے 1952 تک خدمات انجام دیتے رہے۔

والدین کے انتقال کے بعد بطور بڑے بھائی انھوں نے اپنی خانگی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں۔ گھریلو ذمہ داریوں اور ملازمت کی مصروفیات کے باوجود مطالعہ اور لکھنے پڑھنے کا کام جاری رہا۔ چنانچہ اسی زمانے میں آپ نے چند شہرۂ آفاق کتابیں لکھیں جن میں **التصویر الفنی فی القرآن؛ مشاهد القیامة فی القرآن؛** اور **العدالة الاجتماعیة فی الاسلام** قابل ذکر ہیں۔

مغرب کے بت کدوں میں: 1948 میں وزارت تعلیم کی طرف سے ایک سرکاری وفد کے ساتھ سید قطب دو سال کے لیے امریکہ گئے۔ اس وفد کا مقصد امریکہ کے نظام تعلیم کا گہرائی سے مطالعہ کر کے مصر میں اس کا چربہ اتارنا اور اس کے لیے عملی تجاویز پیش کرنا تھا۔ آپ نے امریکہ کے نظام تعلیم کا کافی گہرائی سے مطالعہ کیا۔ واشنگٹن، کیلی فورنیا اور کولوریڈو کے تدریسی کالجس کا تفصیلی دورہ کیا اور اساتذہ وطلبہ سے ملاقاتیں کیں۔ علاوہ ازیں مغربی تہذیب وتمدن کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے آپ نے نیویارک، شکاگو اور سان فرانسسکو جیسے اہم شہروں کی بھی سیر کی۔

اس دورے کا سید قطب پر اثر حکام کی خواہشوں کا عین معکوس تھا۔ امریکہ میں بجائے اس کے کہ سید قطب مغربی تہذیب، معاشرت ونظام تعلیم سے متاثر ہوں، انھوں نے مغرب کی مادی تہذیب کی تباہ کاریوں کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ آپ نے خوشنما جاہلیت کو امریکہ میں بالکل بے نقاب دیکھا اور اس کی بدصورتی وتعفن کے قائل ہو گئے۔ 1950 میں جب آپ لوٹے تو اپنے تاثرات ایک کتاب **امریکا التی رأیت** میں محفوظ کردیے۔ مغربی تہذیب کے اس عینی مشاہدے وذاتی مطالعے کے بعد اسلام پر بحیثیت ایک نظام حیات ان کا یقین مزید پختہ ہو گیا۔ امریکہ سے لوٹنے کے بعد اپنے محکمے میں انھوں نے علانیہ مغربی تعلیم، طریقۂ تدریس اور بالخصوص امریکہ کی مخالفت شروع کی جس پر محکمۂ تعلیم کے ان کے افسران اور ساتھی انھیں رجعت پسند اور نہ جانے کن کن خطابات سے نوازنے لگے۔

سید قطب نے مصر کو، جو روز بروز مغربی تہذیب کے دلدل میں غرق ہوتا جاتا تھا، اس دلدل سے نکالنے کی ٹھان لی۔ اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے آپ نے ایک مجلہ **الفکر الجدید** کے نام سے جاری فرمایا۔ اپنے پیغام کو لے کر آپ کی سنجیدگی وفکرمندی کا یہ عالم تھا کہ دن میں دس دس گھنٹے آپ لکھنے

پڑھنے میں گزار دیتے۔ جس عظیم مقصد کو آپ نے منتہائے مقصود قرار دیا تھا اس کے لیے ایک مجلہ کی اشاعت ناکافی تھی چنانچہ آپ نے ہم خیال نوجوانوں کی ایک جماعت بنانے کا ارادہ کیا جو ملک میں مغرب کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھنے کا کام کرے اور اسلام کے بحیثیت ایک نظام زندگی مسجد سے بازار اور بازار سے پارلیمنٹ تک نفاذ کی راہ ہموار کرے۔ آپ نے طے کیا کہ اس جماعت کے ذریعے جاہلیت کے بالمقابل اسلام کے پیغام کو پورے شرح صدر کے ساتھ لوگوں کے سامنے رکھیں گے۔

تحریک اخوان: مصری سماج میں جب سید قطب نے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو انھیں اخوان المسلمون کے نام سے ایک ایسی جماعت نظر آئی جو عین ان کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ سید قطب کو قیادت کا خبط نہیں تھا نہ ہی لیڈری کا بھوت سوار تھا کہ ایک صالح جماعت کی موجودگی میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا لیتے۔ آپ کو اخوان سے ہمدردی ہوئی، اخوان کے صالح نوجوانوں میں آپ کو مصر کا اسلامی انقلاب اور تابندہ مستقبل نظر آنے لگا۔ 8 دسمبر 1948 سے اخوان پر پابندی لگ چکی تھی۔ 12 فروری 1949 کو حسن البنا (اخوان کے مرشد عام) شہید کر دیے گئے تھے۔ یہ سید قطب کی علوہمتی اور اعلیٰ ظرفی ہی تھی کے انھوں نے اس نازک موقع پر بھی اخوان سے رسم و راہ استوار کی اور 1951 میں باضابطہ ممبر بن گئے۔

بہت جلد سید قطب، تحریک اسلامی اخوان المسلمون کے روح رواں بن گئے۔ 1952 میں آپ اخوان المسلمون کے **مکتب ارشاد** (مرکزی مجلس شوریٰ) کے رکن بنا لیے گئے۔ 1953 میں آپ معاشرتی بہبود کی کانفرنس میں شرکت کے لیے دمشق گئے اور اخلاق اور اخلاقی تربیت پر متعدد خطبات دیے۔ واپسی پر آپ اردن جانا چاہتے تھے لیکن انگریزوں کے زیر اثر اردن کے حکام نے انھیں اپنی سرحدوں میں داخلے کی اجازت نہیں دی۔ لوگوں کو ہفتہ وار **الدعوۃ** میں ان کی نگارشات کا بڑی بے صبری سے انتظار رہتا جس میں اپنی پرسوز تحریروں کے ذریعہ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے اور باطل قوتوں کا اپنے زورِ بیان وقوتِ استدلال سے ناطقہ بند کر دیتے۔

بعد ازاں آپ کو اخوان کے شعبۂ نشر و اشاعت کا سکریٹری بنا دیا گیا، اس ذمہ داری پر فائز ہوتے ہی سید قطب نے اخوان کے لٹریچر کو انگریزی، فرانسیسی، انڈونیشیائی اور دیگر زبانوں میں منتقل کرانے کا

ایک جامع پروگرام بنایا لیکن اس دوران حکومت نے اخوان ہی کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ اخوان کے دوبارہ بحال ہونے پر سید قطب جولائی 1954 میں مجلہ **الاخوان المسلمون** کے ایڈیٹر بنائے گئے ۔اپنی آتشیں نواؤں سے آپ نے ایک مختصر عرصے میں ہی حکام کے دلوں میں آگ سی لگا دی۔ خصوصاً برطانیہ اور عبدالناصر کے درمیان ہونے والے معاہدے پر جو مصر کے مفادات کے خلاف تھا، سید قطب کی تحریریں حکام پر گراں گزریں اور اس مجلّے پر ستمبر میں ہی پابندی لگ گئی۔ سید قطب نے اخوان کی مرکزی کمیٹی میں بطور رابطہ عامہ سکریٹری بھی فرائض انجام دیے۔

مفکرِ انقلاب: سید قطبؒ ایک ادبی شخصیت تھے اور ان کے قلم میں بے پناہ تاثیر تھی۔ یہ ان کا قلم ہی تھا جس نے نہ صرف مصر بلکہ دنیا بھر میں باطل کے ایوانوں میں کھلبلی مچا ڈالی تھی۔ انھوں نے کئی معرکۃ الآرا کتب تصنیف کیں جن میں مناظر قیامت، قرآن کے فنی محاسن، اسلام میں عدل اجتماعی، امن عالم اور اسلام، اسلام اور مغرب کی کشمکش، اسلام ایک ضرورت، اسلام کا روشن مستقبل وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد تصنیفات ایسی ہیں جنہیں تاحال اردو میں منتقل نہیں کیا جاسکا ہے۔ ان کی تفسیر **فی ظلال القرآن** عہدِ جدید کے تقاضوں کے تحت لکھی گئی ہے اور قرآن مجید کی بہترین تفاسیر میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ الغرض سید قطب کے قلم نے لاکھوں فرزندانِ توحید کے قلوب کو ضیاء بخشی ہے، اور بہتیرے خوابیدہ اذہان کو جھنجھوڑا ہے۔ سید قطب کی سب سے مشہور کتاب **معالم فی الطریق** ہے جس کا اردو ترجمہ نقوشِ راہ اور جادہ و منزل کے نام سے دستیاب ہے۔

الحاد، اشتراکیت، سرمایہ داری اور مغرب کے دیگر فکری ہتھیاروں کے بالمقابل سید قطب کے قلم نے مدافعانہ روش نہیں اپنائی۔ معذرت خواہانہ لب و لہجے میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسلام آج بھی قابلِ عمل ہے، یا مسلمان رہتے ہوئے بھی جدید ترقی کا ساتھ نبھایا جاسکتا ہے۔ سید قطب نے کہا کہ اسلام ہی دنیا کے سارے مسائل کا واحد حل ہے؛ اسلام ہی دنیا کو جنت نشاں بنا سکتا ہے؛ اسلام ہی استحصال کا خاتمہ کرسکتا ہے؛ اسلام ہی حقیقی معنوں میں ترقی و خوشحالی کا پیغام لاسکتا ہے۔ سید قطب نے کہا کہ وہ ایسا صرف کسی نظریاتی بنیاد پر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ اسلام پر عمل کے نتیجے میں دنیا ان تمام مراحل سے گزر چکی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ انہی اصولوں کے دوبارہ اطلاق سے وہی نتائج دوبارہ حاصل نہ ہوں۔

اسلام کے نفاذ کا راستہ کیا ہو؟ سید قطب اپنی تحریروں میں اس سوال سے تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔ آپ

فرماتے ہیں کہ کوئی جزوی اصلاح اسلام کا مطمح نظر نہیں ہوسکتی، بظاہر اپنی جگہ وہ جزوی اصلاح کتنی ہی اچھی اور اہم کیوں نہ ہو۔ اسلام فرد، سماج اور ریاست کی مکمل اصلاح کا طالب ہے، جاہلی نظام میں کسی جزوی تبدیلی کا طلبگار نہیں۔ اپنے اس نظریے کی دلیل سید قطب سیدھا سیرت نبوی سے لاتے ہیں؛ آپ نے فرمایا کہ: نبی آخرالزماںؐ نے اپنی دعوت کا آغاز کسی قومی دعوت سے نہیں کیا کہ قریشیوں یا عربوں کی بادشاہت قائم ہولے پھر اسلام کا کام شروع کیا جائے؛ اسی طرح آپؐ نے کسی اقتصادی اصلاح سے دعوت کا کام شروع نہیں کیا کہ ایک مرتبہ سماج سے استحصال ختم ہوجائے، غربت کا قلع قمع ہوجائے، معیشت میں استحکام پیدا ہوجائے تب اسلام کا کام کیا جائے؛ اسی طرح آپؐ نے اپنی دعوت کا آغاز کسی اصلاحِ اخلاق کی مہم سے نہیں کیا کہ لوگ پہلے شراب پینا چھوڑ دیں، سود، زنا اور جوا ترک کردیں اور سچائی وایمانداری کو اپنالیں تب اسلام کا کام شروع کیا جائے۔ ان تمام کے برعکس آپؐ نے اول دن سے توحید کا پیغام سنایا اور ہر دوئی، ہر شرک کے بر سر غلط ہونے کا اعلان کردیا، اس راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ یہی منصب ایک امتی کا ہے۔ طاغوتی نظام، پھر چاہے اسے چلانے والوں کے نام مسلمانوں کے سے ہی کیوں نہ ہوں، کے ساتھ تعاون کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ آپ کہتے تھے کہ اسلام کے بارے میں ہزاروں تصانیف، ہزاروں وعظ، ہزاروں دعوتی اسفار، ہزاروں فلمیں اپنی خیر وبرکت کے حساب سے مل کر بھی اس چھوٹے سے معاشرے کی برابری نہیں کرسکتے جہاں اسلام عملاً نافذ ہو۔ اسلام کے عملاً کسی سرزمین پر نافذ ہونے کی دیر ہے کہ دنیا **یدخلون فی دین اللہ افواجا** کا منظر پیش کرنے لگے گی۔

زنداں سے مقتل تک: 26 اکتوبر 1954 کو جمال عبدالناصر پر ایک قاتلانہ حملہ ہوا یا ایسے ایک حملے کا ڈرامہ رچا گیا (واللہ اعلم)۔ اس حملے کا الزام اخوان کے سر مڑھ دیا گیا، اخوان پر پابندی عائد ہوگئی اور اخوان سے وابستہ پانچ ہزار سے زائد افراد کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ ان میں سید قطب بھی تھے۔ سید قطب لاڈوں میں پلے تھے، نازک مزاج تھے لیکن قید کی صعوبتوں کا مردانہ وار سامنا کیا۔ آپ بخار سے تپ رہے تھے لیکن پاؤں میں وزنی بیڑیاں ڈال کر کال کوٹھری میں قید کردیا گیا۔ کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی اور بخار کی شدت ایسی تھی کہ بار بار بیہوش ہوجاتے تھے لیکن ہوش میں آتے ہی تسبیح تہلیل وتکبیر میں مشغول ہوجاتے۔

اخوان کے قیدیوں بالخصوص سید قطب کو جیل میں ایسی اذیت ناک عقوبتیں دی گئیں کہ جن کے صرف تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ فحش کلامی اور گالیوں سے پاکیزہ روح کو تکلیف دی جاتی؛ دن بھر تیز موسیقی اور گستاخ گانے بلند آواز سے بجائے جاتے؛ کئی کئی دنوں تک کھانا پانی نہیں دیا جاتا؛ رفع حاجت کی اجازت نہیں دی جاتی؛ وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی؛ سونے نہیں دیا جاتا؛ ہوا میں معلق لٹکا کر گھنٹوں چھوڑ دیا جاتا؛ کوڑوں سے پیٹا جاتا؛ آگ سے جسم کے نازک اعضاء کو داغا جاتا؛ برف سے ٹھنڈے پانی اور ابلتے کھولتے پانی کو باری باری جسم پر انڈیلا جاتا؛ خونخوار کتے ان پر چھوڑ دیے جاتے اور ظالم مظلوم کی مظلومی کا تماشا قہقہوں کے ساتھ دیکھتے۔ صرف سید قطب نہیں بلکہ آپ کے مکمل خاندان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ان کے بھائی محمد قطب کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ بچا جہاں کوئی زخم نہ ہو۔ بہنوں کو بھی بخشا نہیں گیا۔ جوان بھانجے پر وہ ستم روا رکھے گئے کہ بیچارہ جیل میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ بیٹھا۔

سید قطب کی صحت دن بہ دن گرتی رہی مگر اس حالت میں بھی ایک جیل سے دوسری جیل منتقل کیا جاتا رہا۔ آپ کی روح ناقابلِ تسخیر تھی لیکن کمزور سا جسم ان غیر انسانی اذیتوں کی آخر کہاں تک تاب لاتا؟ آپ متعدد عارضوں میں مبتلا ہو گئے۔ جب حالت تشویشناک ہو گئی اور جان پر بن آئی تو 3 مئی 1955 کو انھیں فوجی اسپتال منتقل کر دیا گیا۔ مسلسل زدوکوب، قید تنہائی اور نفسیاتی تعذیب کی وجہ سے آپ دل کی بیماریوں اور مختلف اعصابی امراض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ 13 جولائی 1956 کو عدالت نے انھیں 15 سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ سید قطب تو اسپتال میں تھے کہ وہ اب چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھے۔ طبیعت ذرا سی سنبھلی کہ انھیں ایک بار پھر جیل لا پٹکا گیا۔

پندرہ سالہ قید شروع ہوئی اور اس مردِ حق آگاہ کے لیے نئی نئی آزمائشوں کا پیام لائی۔ صدر جمال عبدالناصر کا نمائندہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر آپ ایک ایسا معافی نامہ لکھ دیں جسے اخبار میں شائع کرایا جا سکے تو آپ کو قید و بند کی ان صعوبتوں سے نجات مل جائے گی۔ اس مردِ آہن کا جواب تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہے، آپ نے فرمایا: ''اگر میرا قید کیا جانا برحق ہے تو میں حق کے فیصلے پر راضی ہوں۔ اور اگر باطل نے مجھے گرفتار کر رکھا ہے تو میں باطل سے رحم کی بھیک مانگنے کے لیے تیار نہیں۔ میں تو اپنے رب سے اس حال میں ملنا چاہتا ہوں کہ میں اس سے خوش ہوں اور وہ

مجھ سے خوش ہو۔'' باطل نے دیکھا کہ آپ اس طرح دام میں نہیں آتے تو دام بڑھائے گئے؛ ارشاد ہوا کہ معافی کے دو بول پر مصر میں وزارتِ تعلیم کی کرسی عطا ہوگی، لیکن وہ جو خود کو جنت کے عوض بیچ چکا ہو، اس کے سامنے اس 'آفر' کی بھلا کیا حیثیت ہو سکتی تھی۔ آپ نے حقارت سے یہ تجویز بھی ٹھکرادی۔ اخوان المسلمون میں تفرقے کو ہوا دینے کے لیے یہ پیشکش بھی کی گئی کہ حسن الہضیبی کی جگہ وہ خود مرشد عام ہونا قبول کرلیں، لیکن سید قطب باطل کے اس جھانسے میں بھی نہیں آئے اور درشتی کے ساتھ اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔

جیل کی انہی ساعتوں میں جہاں کوئی دقیقہ بھی کسی روحانی وجسمانی اذیتوں کے بغیر گزار پانا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی، سید قطب نے اپنی تصانیف پر نظر ثانی کی، آپ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر **فی ظلال القرآن** جیل کے انہی ایام میں مکمل کی۔

اپریل 1964 میں آپ عراقی صدر کی مداخلت پر قید (بااذیت) سے رہا ہوئے۔ جیل کے مظالم نے آپ کو کافی نحیف ولاغر اور طرح طرح کے عارضوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ رہائی کے بعد بھی انھیں ایک طرح کی نظر بندی میں ہی رکھا گیا جہاں پرندہ بھی بغیر حکومت وقت کی اجازت کے پر نہیں مار سکتا تھا۔ لیکن اس 'خطرناک آدمی' کی 'آزادی' حکومت کو زیادہ دن گوارا نہ ہوئی چنانچہ اگست 1965 میں انھیں حکومت کے خلاف ایک مسلح انقلاب لانے کی سازش کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ ثبوت؟ ثبوت کے نام پر سید قطب کی کتاب **معالم فی الطریق** پیش کی گئی جس نے اپنے زور استدلال سے حکمرانوں کی نیندیں اڑا رکھی تھیں۔ کہا گیا کہ سید قطب نے اس کتاب میں مصری معاشرے کو جاہلانہ معاشرہ کہا ہے، یہ بات اپنی جگہ بالکل ٹھیک تھی؛ لیکن منطق کے کس قاعدے کی رو سے اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ آپ ایک خونی انقلاب چاہتے تھے، اور چاہنا تو ایک طرف عملاً اس کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ اگر انصاف سے مقدمہ چلایا گیا ہوتا تو شاید سید قطب پر لگائے گئے الزامات چند ساعتوں میں خارج ہو جاتے لیکن اس بار حکومت کا ارادہ کسی بھی طرح سید قطب سے گلوخلاصی حاصل کرنے کا تھا چنانچہ سید قطب اور ان کے رفقاء کے مقدمے کو فیصل کرنے کے لیے عدالتی کارروائی کا ایک ڈھونگ رچایا گیا۔ نہ ملزموں کو اپنی صفائی پیش کرنے کی اجازت دی گئی، نہ وکلاء مقرر کرنے کی۔ ملزموں کی جانب سے مقدمے کی پیروی کرنے والا کوئی سرکاری وکیل تک نہیں تھا۔ فرانس، مراکش اور

دیگر غیر ملکی وکلاء نے ان کی پیروی کی اجازت مانگی تو اجازت نہیں دی گئی۔ سوڈان کے دو وکیل خود کو مصر کی بار ایسوسی ایشن میں رجسٹر کرا کے کمرۂ عدالت میں پہنچ گئے تو انھیں دھکے دے کر کورٹ روم سے بھگا دیا گیا، اور جلد سے جلد مصر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ حتیٰ کہ حتمی فیصلے سے پہلے سید قطب نے نام نہاد جج سے ایک منٹ بولنے کی درخواست کی لیکن حق کی آواز باطل کو ایک منٹ کے لیے بھی گوارا نہ ہوئی... انھیں بولنے کی اجازت نہیں ملی۔ غرض حکومت کے ارادے کچھ ڈھکے چھپے نہ تھے شاید اسی لیے سید قطب نے گرفتاری کے وقت ہی کہا تھا، ''**میں جانتا ہوں کہ اس بار حکومت میرا سر چاہتی ہے۔ مجھے کوئی ندامت نہیں، نہ اپنی موت پر افسوس، میری سعادت ہے کہ مجھے اپنی دعوت کی راہ میں موت نصیب ہونے والی ہے اس بات کا فیصلہ مستقبل کا مورخ کرے گا کہ راہ راست پر کون تھا اخوان یا حکومتِ وقت۔**''

اگست 1966 میں عدالت نے سید قطب اور ان کے دو ساتھیوں کو پھانسی کی سزا سنائی۔ اندھیر نگری کے اس وحشیانہ فیصلے پر دنیا بھر میں احتجاج ہوا؛ بڑے بڑے رہنماؤں نے سزائے موت کو منسوخ کرنے کی اپیل کی۔ لیکن ان تمام کو نظر انداز کرتے ہوئے 29 اگست 1966 کو طلوع فجر سے پہلے سید قطب کو پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا گیا۔ پھانسی سے قبل ان کی آخری خواہش معلوم کی گئی تو اس بطلِ جلیل نے دو رکعت سنتِ قتل پڑھنے کی اجازت چاہی؛ اپنے آخری فوٹو میں، جو انھیں پھانسی گاہ کی طرف لے جانے والی گاڑی میں سوار ہوتے وقت کا ہے، سید قطب ہشاش بشاش، ہنستے مسکراتے نظر آ رہے ہیں۔

حق بات جو بے خوف کہا کرتے ہیں
کب ڈر کے کسی سے وہ رہا کرتے ہیں
زنجیر کی پروا نہ انھیں زنداں کی
ہنستے ہوئی سولی پہ چڑھا کرتے ہیں

سید قطب جام شہادت پی کر یہ بات ثابت کر گئے کہ مردان حق کبھی باطل کے آگے سرنگوں نہیں ہوتے بلکہ مر کر بھی زندہ جاوید رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سید قطب شہیدؒ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے، اور ان کی علمیت، حرکیت، اور استقامت کو ہمارے لیے مشعلِ راہ بنائے۔ آمین!